سوال

میں نے آپ کو سوال اَي ميل كيا تھا كہ چھ ماہ سے زائد عرصہ بيوى سے دور رہنے كا حكم كيا ہے، آپ نے جواب ديا كہ اگر بيوى راضى ہو تو پھر كوئى حرج نہيں، ليكن اگر بيوى راضى نہ ہو تو پھر كيا حكم ہے ؟ ليكن بيوى اس پر مجبور ہے كيونكہ حالات بہت خراب ہيں اور ميرے پاس تو اتنى رقم بھى نہيں كہ اگر ميں واپس اپنے ملك جا كر بيوى كے پاس رہ كر كام كرتا ہوں تو يہ پيسے تو كھانا بھى پورا نہيں كرينگے، باقى معاملات كا كيا ہوگا اس ليے ميرے سامنے يہى راہ ہے كہ بيوى سے دور رہ كر ملازمت كى جائے، اور بيوى سے دور رہنے كا عرصہ سات برس يا اس سے بھى زائد ہو سكتا ہے، اور سال ميں صرف بيوى كو ايك ماہ ہى ديكھ سكتا ہوں برائے مہربانى مجھے بتائيں كہ اگر بيوى ميرى اس مشكل حالت ميں راضى ہو تو كيا دين اسلام كا حكم كيا ہوگا ؟ اور اگر بيوى راضى نہ ہو تو دين اسلام كيا كہتا ہے، حالانكہ خاوند بيوى كے پاس جانے پر قادر ہو ليكن وہ مال كى محبت ميں زيادہ عرصہ رہے اور طويل عرصہ بعد بيوى كے پاس جائے ؟

جواب

ہمہ قسم كى حمد اللہ تعالى كے ليے، اور درود و سلام ہوں اللہ كے رسول پر، بعد ازاں :

اگر بيوى چھ ماہ سے زائد عرصہ اپنے خاوند كے دور رہنے پر راضى نہ ہو تو وہ اپنا معاملہ شرعى عدالت ميں قاضى كے پاس ركھے گى تا كہ وہ اس كے خاوند سے رابطہ كر كے اسے واپس آنے كا كہے، اور اگر وہ قاضى كے حكم پر بھى واپس نہ آئے تو پھر قاضى جو بہتر سمجھے فيصلہ كرے چاہے طلاق كا يا پھر فسخ نكاح كا

چاہے خاوند كسى ضرورت كى بنا پر مثلا مال كمانے يا اپنے ملك ميں كام نہ ہونے كى بنا پر ہو، يا پھر بغير عذر كے ہو يعنى صرف مال كى محبت ميں دور رہے جيسا آپ نے سوال ميں بيان كيا ہے

ليكن عذر اور بغير عذر كى حالت ميں فرق يہ ہے كہ عذر كى حالت ميں خاوند كو واپس آنے پر لازم نہيں كيا جائيگا، اور اگر وہ واپس نہيں آتا تو گنہگار نہيں ہوگا

ليكن اگر عذر نہ ہو تو پھر اس پر واپس آنا واجب ہے اور اگر نہ آئے تو گنہگار ہوگا

ليكن دونوں حالتوں ميں عورت كو ضرر اور نقصان ہونے كى بنا پر طلاق طلب كرنے كا حق حاصل ہے

عورت كو ضرر اور نقصان ہونے كى حالت ميں خاوند كے ليے جائز نہيں كہ وہ اسے زبردستى اپنے نكاح ميں ركھے كيونكہ اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے :

تم انہيں نقصان اور ضرر دينے كے ليے مت روكے ركھو كہ ان پر زيادتى كرو البقرۃ (231).

اور ايك دوسرے مقام پر اللہ تعالى كا فرمان ہے :

تم انہيں اچھے طريقہ سے ركھو يا پھر اچھے طريقہ سے چھوڑ دو الطلاق (2).

كشاف القناع ميں درج ہے :

"اگر خاوند كسى عذر اور ضرورت كى بنا پر بيوى سے دور سفر پر ہو تو بيوى كا تقسيم اور وطئ ميں حق ساقط ہو جائيگا چاہے سفر عذر كى بنا پر كتنا ہى لمبا ہو جائے

اوراگر کوئی عذرنہ ہوجواس کی واپسی میں مانع ہواورخاوند اپنی بیوی سےچھ ماہ سے زائد عرصہ دوررہے توخاوند کوواپس آنے کا حکم دیا جائیگا، اوراسے واپس آنا لازم ہے

کیونکہ ابو حفص نے اپنی سند سے یزید بن اسلم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں :

ایک رات عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ کی پہریداری میں تھے کہ ایک عورت کے گھر کے پاس سے گزرے وہ عورت درج ذیل اشعار کہہ رہی تھی :

رات بہت لمبی ہوگئی اوراس کی طرف سیاہ ہوچکی افسوس کہ کوئی محبوب نہیں جسے میں خوش کروں اور کھلواؤں، اللہ کی قسم اگر اللہ کا ڈرنہ ہواور شرم وحیاء آڑے نہ آتی تواس چارپائی کی چولیں حرکت کررہی ہوتیں

عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس عورت کے بارہ میں دریافت کیا توبتایا گیا کہ فلاں عورت ہے اس کا خاوند جھادفی سبیل اللہ میں گیا ہوا ہے، چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس عورت کے پاس رہنے کےلیے ایک عورت بھیج دی، اوراس کے خاوند کوواپس آنے کا پیغام دیا اوراسے واپس بلالیا پھر عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنی بیٹی ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس گئے اور فرمایا :

بیٹی مجھے بتاؤکہ عورت اپنے خاوند سے کتنا صبر کرسکتی ہے ؟

حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کہنے لگیں : آپ جیسا شخص مجھ سے اس طرح کا مسئلہ دریافت کرتا ہے ؟

توعمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا : اگرمیں مسلمانوں کے حالات کونہ دیکھنا چاہتا تومیں اس کے بارہ آپ سے دریافت نہ کرتا

چنانچہ حفصہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا : پانچ ماہ چھ ماہ

چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں کےلیے میدان جھادمیں چھ ماہ کا عرصہ مقرر کردیا، ایک ماہ جانے اورایک ماہ آنے اورچار ماہ وہاں رہنے کےلیے "

واپس آنا اس صورت میں لازم ہے جب عذرنہ ہو، لیکن اگرعذر ہومثلا طلب علم کےلیے گیا ہو، یا پھر فرضی جھاد اور فرضی حج کےلیے یا پھر ضرورت کے مطابق روزی کمانے کےلیے گیا ہو تواسے واپس آنا لازم نہیں کیا جائیگا، کیونکہ عذروالا شخص عذر کی بنا پر مجبور ہے، چنانچہ قاضی اسے واپس آنے کا خط لکھے گا، اگروہ قاضی کے خط کے بعد بھی بغیر کسی عذر کے واپس آنے سے انکار کردے توقاضی اس کا نکاح فسخ کردیگا، کیونکہ اس نے اپنے اوپر ایسے حق میں کوتاہی کی اوراسے ترک کیا ہے جسے ترک کرنے کی بنا پر عورت کوضرر ہورہا ہے " انتہی بتصرف

دیکھیں : کشاف القناع (193/5).

الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے :

" اگرخاوند اپنی بیوی سے بغیر کسی عذر کے غائب ہوجائے، تو بیوی کواس سے علیحدگی اور طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہوگا، لیکن اگروہ کسی عذر کی بنا پر جائے توپھر بیوی کو طلاق طلب کرنے کا حق نہیں، حنابلہ کا مسلک یہی ہے

اورمالکیہ کہتے ہیں کہ اگرخاوند اپنی بیوی سے کچھ عرصہ کےلیے غائب ہوجائے تو بیوی کواپنے خاوند سے علیحدگی لینے کا حق ہے، چاہے سفر کسی عذر کی بنا پر ہو یا بغیر عذر کے، کیونکہ اس کی وطئ کا حق واجب ہے " انتہی بتصرف

دیکھیں : الموسوعۃ الفقھیۃ (63/29).

شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

میں شادی شدہ جوان ہوں اور بیوی سے دور دوسرے ملک میں ملازمت کرتا ہوں، اس ملک میں قانون صرف چند ایک پیشہ رکھنے والوں کو ہی بیوی بچے رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے، مجھے یہ بتائیں کہ اس سلسلہ میں دین حنیف کیا کہتا ہے، کیونکہ چھٹی تو ہر سال یا پھر ایک برس دو ماہ بعد ملتی ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

" بعض صحابہ کرام نے خاوند کا بیوی سے غائب رہنے کو چار ماہ کی مدت سے محدود کیا ہے، اور بعض نے چھ ماہ لیکن یہ بیوی کے واپس آنے کے مطالبہ کے بعد ہے، اس لیے اگر بیوی نے خاوند سے واپس آنے کا مطالبہ کیا اور چھ ماہ بیت گئے اور خاوند واپس آنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ آیا تو بیوی کو اپنا معاملہ قاضی کے پاس لے جانا چاہیے تا کہ وہ نکاح فسخ کر سکے

لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کو رہنے کی اجازت دے دیتی ہے چاہے طویل عرصہ ہی ہو، اور ایک یا دو برس سے بھی زائد ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بیوی کو حق تھا جو اس نے ساقط کر دیا ہے، جب وہ خاوند کے غائب ہونے پر راضی ہوئی تو پھر اسے فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوگا، اور جب خاوند نے اپنی بیوی کے لیے نان و نفقہ اور اس کے لباس اور دوسری ضروریات پوری کر رکھی ہیں، تو فسخ نکاح کا حق نہیں ہوگا، اللہ تعالی ہی تمہیں توفیق سے نوازے گا" انتہی

دیکھیں : فتاوی اسلامیۃ (212/3).

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے درج ذیل سوال کیا گیا :

چار بچوں کا باپ کہتا ہے میں نے اپنے وطن سے دوسرے ملک مالی حالت بہتر کرنے کے لیے ملازمت اختیار کی اور تقریبا میں تین برس تک بیوی بچوں سے دور رہا، لیکن بیوی بچوں کو اخراجات دیتا رہا، اور خط و کتابت بھی جاری رکھی جناب والا مجھے بتائیں کہ شریعت اسلامیہ بیوی کے حقوق کیا ہیں اور کیا میرے اس فعل کی بنا پر مجھے کوئی گناہ ہوگا ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

" میں کہتا ہوں کہ عورت کو اپنے خاوند پر حق ہیں اور خاوند کے بھی بیوی پر حقوق ہیں، خاوند اپنی بیوی سے استمتاع کر سکتا ہے، جیسا کہ عادت و رواج ہے، اور اگر وہ کمائی کے لیے بیوی کی رضامندی سے کہیں جاتا ہے اور بیوی پر امن جگہ پر رہتی ہو جہاں اسے کسی قسم کا خدشہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں

کیونکہ یہ اس کا حق تھا جب وہ اسے اپنی رضامندی کے ساتھ ساقط کر رہی ہے اور پر امن و اطمنان والی جگہ بھی میسر ہے تو خاوند کے تین برس تک یا اس سے کم یا زیادہ عرصہ غائب رہنے میں کوئی حرج نہیں

لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کو واپس آنے کا کہے تو پھر یہ چیز اس ملک کی عدالتوں سے رجوع کی جائیگی جو شریعت کے مطابق کوئی فیصلہ کریں گے " انتہی

ماخوذ از : فتاوی نور علی الدرب

حاصل یہ ہوا کہ : خاوند کا اپنی بیوی سے چھ ماہ سے زائد عرصہ دور رہنے میں اگر بیوی راضی ہو اور بیوی کو پر امن جگہ پر چھوڑ کر گیا ہو تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر وہ اس سے راضی نہیں تو پھر وہ شرعی قاضی کے پاس اپنا معاملہ لے کر جائے تا کہ وہ اس کے معاملہ کو دیکھ کر کوئی فیصلہ کرے، آیا خاوند کو معذور قرار دے یا پھر اسے واپس آنے کا حکم دے، یا نکاح فسخ کر دے، اسے جو بہتر معلوم ہو اس کا فیصلہ کر سکتا ہے

بیوی بچوں سے دور رہنے میں جوان پر اثر پڑے کا خاوند کو اس کا ادراک ہونا چاہیے، کیونکہ ان کی اصلاح اور دیکھ بھال متاثر ہوگی اور وہ مال کرتا پھر رہا ہے، اگر اپنے ملک میں اسے کافی آمدنی ہو سکتی ہے تو اسے وہیں رہنا چاہیے، کیونکہ دین کی کمی اور کوتاہی کو کوئی چیز بھی پورا نہیں کر سکتی، اور مال و متاع دین کا عوض نہیں بن سکتے

کتنے ہی گھر ایسے ہیں جہاں گھر کا سربراہ باہر رہا تو اس کے جوان بیٹے بیٹیاں تباہی کی طرف جا نکلے، اللہ سبحانہ و تعالی سے عافیت کے طلبگار رہیں

اس لیے ہم آپ کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، اور یہی کہتے ہیں کہ اپنے بیوی بچوں کی حرص رکھیں، اور حتی الوسع مال جمع کرنے کی کوشش کریں تا کہ آپ اپنے ملک واپس جا کر کچھ کر سکیں

یا پھر بیوی بچوں کو اپنے پاس بلا لیں، کیونکہ بیوی کا بھی حق ہے اور بچوں کا بھی حق ہے، اور کل روز قیامت آپ نے ان سب کا جواب دینا ہے، اللہ سبحانہ و تعالی تم سے ان کی دیکھ بھال کے متعلق دریافت کرے گا

واللہ اعلم.

الاسلام سوال و جواب

102311